بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى خَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ، نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِيْنَ، أَمَّا بَعْدُ:

55-اللہ تعالیٰ کی معیت کی صفت کا بیان اپنی مخلوقات کے ساتھ (حصہ دوم)

العقیدۃ الواسطیۃ لشیخ الاسلام الامام ابو العباس احمد ابن تیمیہ رحمہ اللہ، شرح فضیلۃ الشیخ العلامہ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ۔

اور شرح میں ہم پہنچے تھے پچھلے درس میں اُن مسائل میں جو شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے مقدمے کے طور پر بیان کیے ہیں اللہ تعالیٰ کی معیت اور ساتھ کے بیان کے تعلق سے اور ہم چھٹے مبحث پر پہنچے تھے جو چھٹا مسئلہ ہے اس تعلق سے اور یہ مسئلہ جو ہے اُن لوگوں کے شُبہے کا ردّ ہے اور غلط فہمی کا ازالہ ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی معیت سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہماری جگہوں پر ہے جہاں پر ہم رہتے ہیں (کہ اللہ تعالیٰ کی معیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے جگہ کے اعتبار سے) یعنی اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے۔

یہ شُبہ ہے اور اس شُبہے کے ردّ کے تعلق سے چند اہم باتیں شیخ صاحب بیان کرتے ہیں آیئے دیکھتے ہیں۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں: ان لوگوں کا شُبہ یہ ہے (سورۃ الحدید کی آیت نمبر 4 کے تعلق سے شیخ صاحب فرمارہے ہیں) کہ ظاہر اللفظ جو ہے ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ﴾ کہ وہ تمہارے ساتھ ہے یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے، کیونکہ جتنے بھی ضمائر ہیں اس آیت کریمہ میں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتے ہیں: ﴿هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ﴾ (وہ ہے جس نے پیدا کیا ہے)، ﴿ثُمَّ اسْتَوٰى﴾ (پھر وہ مستوی ہوا)، ﴿يَعْلَمُ﴾ (وہ خوب جانتا ہے)، ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ﴾ (اور وہ تمہارے ساتھ ہے): یہ ضمائر جو ہیں سارے کے سارے اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتے ہیں۔

اور اگر اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے تو ہم پھر اس معیت اور ساتھ سے صرف یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہمارے ساتھ ہے جس میں مخالطہ ہے اور جگہ پر مصاحبہ بھی اس معنی میں موجود ہے!!

(یعنی اس آیت کریمہ سے یہ ثابت ہوتا ہے جیسا کہ ظاہر لفظ ہے جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ وہ ہمارے ساتھ ہے اور ساتھ سے مراد جو ہم جانتے ہیں معیت کے معنی میں صرف یہ معنی لازم آتا ہے کہ فزیکل کانٹیکٹ (Physical contact) جو ہے مخالطہ جسے کہتے ہیں، اور جگہ کے اعتبار سے مصاحبہ جسے کہتے ہیں کہ اُس جگہ پر ہمارے ساتھ ہے جہاں پر ہم رہتے ہیں یا جہاں پر ہم ہیں!!)۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں اس شُبہے کے ازالے کے تعلق سے جو ردّ ہے وہ چند طریقے ہیں:

پہلا طریقہ یا پہلا جواب جو ہے: کہ جس ظاہر کی تم بات کر رہے ہو وہ ویسا نہیں جیسا کہ تم لوگوں نے سمجھا ہے، اگر ظاہر یہی ہوتا جیسا کہ تم لوگ کہہ رہے ہو تو پھر اس آیت میں تناقض واضح ہو جاتا کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی بھی ہے اور وہ ہر انسان کے ساتھ بھی ہے ہر جگہ پر! اور یہ تناقض جو ہے اللہ تعالیٰ کے کلام میں ناممکن ہے مستحیل ہے۔

دوسری بات: تمہارا یہ کہنا کہ معیت سے تم لوگوں کو صرف "المخالطة أو المصاحبة في المكان" جو ہے یہی معنی تمہاری عقل تمہاری سمجھ میں آتا ہے! یہ تو صحیح نہیں ہے اور ممکن نہیں ہے کیونکہ عربی لغت میں عربی زبان میں معیت جو ہے "مطلق المصاحبة": معیت سے مراد مطلق ساتھ ہے بغیر کسی قید کے۔

عربی زبان میں جب لفظ معیۃ کا استعمال کیا جاتا ہے تو اس کے معنی میں صرف مخالطہ لازمی نہیں ہے، فزیکل کانٹیکٹ (Physical contact) اور جگہ کے اعتبار سے معیت لازم نہیں ہے (ساتھ لازم نہیں ہے)، بلکہ جو اصل معنی ہے معیت کے لفظ کا مطلق المصاحبہ جسے ہم کہتے ہیں عام، یا بغیر کسی قید کے ساتھ، اور اس کی دلالت جو ہے وہ اس سے زیادہ وسیع ہے جیسے کہ تم لوگوں نے گمان کیا ہے کیونکہ اس میں اختلاط کا معنی بھی پایا جاتا، اور جگہ کے اعتبار سے ساتھ بھی پایا جاتا ہے، اور "مطلق المصاحبہ" ان دونوں کے بغیر بھی معنی پایا جاتا ہے۔

تو یہ تین چیزیں ہیں شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): معیت کے معنی میں تین چیزیں ہیں:

1-سب سے پہلی بات یا سب سے پہلا معنی معیت کا جو ہے وہ ہے جس میں مخالطہ ہو (کہ Physical contact یا ایک ساتھ ملنا) اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ یہ کہا جائے کہ مجھے دودھ کے ساتھ پانی پلا دو (یعنی دودھ کو پانی میں مکس کر کے مجھے پلا دو)۔

2-دوسرا معنی جو معیت کا ہے اور ساتھ کا ہے جس میں جگہ کے اعتبار سے ساتھ معنی مراد ہوتا ہے، اور اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ کوئی شخص یہ کہے اپنے ساتھی سے "کہ میں نے فلاں کو دیکھا ہے فلاں کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے (کہ فلاں فلاں کے ساتھ ساتھ وہ ایک ساتھ چل بھی رہے ہیں اور ایک ساتھ اٹھتے بیٹھتے بھی ہیں یعنی دوست ہیں)"۔ تو یہ جگہ کے اعتبار سے اُس نے دیکھا ہے کہ وہ ایک ساتھ چل رہے ہیں۔

3-اور تیسرا معنی معیت کا جو ہے جس میں نہ اختلاط ہے اور نہ ہی جگہ میں مصاحبہ، مشارکہ کا معنی ہوتا ہے مطلق ہوتا ہے ،مثال کے طور پر: کہ فلاں جو ہے اپنے لشکر کے ساتھ ہے یعنی فلاں کمانڈر جو ہے وہ اپنے لشکر کے ساتھ ہے، جبکہ وہ اپنے جو کمانڈنگ روم (Commanding room) ہے یا جگہ ہے اُس میں بیٹھا ہوتا ہے لیکن وہ ان کی توجیح بھی کرتا ہے ، انسٹرکشنز (Instructions) بھی دیتا ہے دور سے بیٹھ کر ، تو اس میں نہ تو فزیکل کانٹیکٹ (Physical contact) مخالطہ ہے، اور نہ ہی "المشاركة في المكان" بلکہ وہ دور رہ کر بھی ان کے ساتھ ہے جس میں فزیکل کانٹیکٹ (Physical contact) مخالطہ نہیں ہے جس میں جگہ کے اعتبار سے بھی وہ دور کسی اور جگہ پر بیٹھا ہے اور اس کا جو لشکر ہے یا فوجی ہیں وہ دور کسی اور جگہ پر ہیں لیکن وہ ان سے دور ہو کر بھی اُن کے ساتھ ہے اور اسے کہتے ہیں مطلق المصاحبہ جو اصل معنی ہے معیت کا۔

اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ فلاں اپنی بیوی کے ساتھ ہے، جبکہ وہ مشرق میں ہوتی ہے اور وہ خود مغرب میں ہوتا ہے۔

تو معیت جو ہے جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے، اور عربی لغت کے شواہد میں بھی یہ بات موجود ہے کہ اس لفظ کی دلالت جو ہے مطلق المصاحبہ ہے، پھر جس کی طرف اضافہ ہوتا ہے وہی معنی متعین ہو جاتا ہے۔

یعنی تین باتیں یہاں پر ہو رہی ہیں سمجھنے کی بات ہے یا عام لفظ جو ہے معیت کا اور ساتھ کا لفظ جو ہے اس کے تین معنی ہیں۔ معنی کیسے متعین ہو گا کہ ان تینوں میں سے کون ہے؟ اضافہ کے ساتھ ہے، جب اضافہ ہو جائے گا اس لفظ کا (معیت کے لفظ کا) کہ کس کے ساتھ اضافہ ہوا ہے تب متعین ہو گا ان تینوں میں سے کون ہے۔ تین معنی کون سے ہیں؟

(ا)ایک تو فنزیکل کانٹیکٹ(Physical contact) ہے کہ فنزیکلی فلاں چیز فلاں کے ساتھ ہے یعنی مکس ہو گئی ہے آپس میں جیسا کہ پانی اور دودھ کی بات ہوئی ہے کہ میں پانی پیتا ہوں اس میں دودھ مکس کر کے، گاڑھا دودھ ہے اس میں پانی مکس کر کے پیتا ہوں۔

ہم لسّی پیتے ہیں پانی ڈال کر پیتے ہیں اس میں۔ تو اس میں اختلاط لسّی کے ساتھ پانی، یا پانی کے ساتھ لسّی، یا دودھ کے ساتھ پانی، یہ ساری چیزیں جو ہیں کیا ہیں یہ ؟ یہ فنزیکل کانٹیکٹ(Physical contact) ہے، لفظ ایک ہی ہے معیت کا لفظ ہے "مع" عربی زبان میں کہ میں نے دودھ پیا پانی کے ساتھ : لفظ ساتھ کا معیت کا ہے لیکن اس میں اختلاط کا معنی ہے۔ کب متعین ہو گا کہ اس میں اختلاط کا معنی ہے ؟ جب دودھ کے ساتھ اس میں اضافہ ہوا ہے، نسبت دودھ کے ساتھ ہوئی ہے پانی کی تب پتہ چلا ہے کہ دونوں کو مکس کیا گیا ہے۔

(۲)دوسری مثال یا دوسرا معنی جو ہے جگہ کے اعتبار سے مصاحبہ : کہ میں فلاں فلاں کے ساتھ ہوں، یا ہم دونوں ایک ساتھ بیٹھے ہوئے تھے (جگہ کے اعتبار سے)۔

یہ کب متعین ہو گا کہ جگہ کا اعتبار یہاں پر مکسنگ (Mixing) نہیں ہے فنزیکل کانٹیکٹ(Physical contact) نہیں ہے ؟ جیسے کہ آپ اُس صوفے پر وہاں بیٹھے ہیں میں یہاں پر بیٹھا ہوں اور ایک ساتھ بیٹھے ہیں کہ نہیں؟ تو اس میں فنزیکل کانٹیکٹ(Physical contact) نہیں ہے لیکن جگہ کے اعتبار سے ایک جگہ پر ہے کہ نہیں؟

میں اپنے گھر میں بیٹھا ہوں، میرے گھر والے میرے گھر میں ہیں (بیوی بچے میرے گھر میں ہیں) لیکن دوسرے دوسرے کمرے میں ہیں میرے ساتھ ہیں کہ نہیں؟ ساتھ ہیں۔

تو یہ کون سی معیت ہے ؟ کون سا ساتھ ہے ؟ جگہ کے اعتبار سے ساتھ ہے کہ ایک ہی جگہ پر ہم موجود ہیں۔

آپ جدہ شہر میں رہتے ہیں، فلاں آپ کا دوست جدہ شہر میں رہتا ہے، وہ میرے ساتھ جدہ میں رہتا ہے یہ کون سی معیت ہے ؟ جگہ کے اعتبار سے۔ یہ کب متعین کیا کہ جگہ کا اعتبار ہے ؟ جب اس کا اضافہ ہوا ہے اس لفظ کے ساتھ جگہ کے اعتبار سے "کہ وہ میرے ساتھ ہے اس جگہ پر"۔

(۳) تیسرا معنی جو ہے معیت کا جس میں یہ دونوں معنی نہیں ہیں، نہ اختلاط کا معنی ہے فزیکل کانٹیکٹ (Physical contact) یامکسنگ (Mixing) کا، اور نہ ہی جگہ کا اعتبار ہے، اسے کہتے ہیں مطلق المعنی۔ مطلق المصاحبہ یا مطلق بغیر کسی قید کے معیت اور ساتھ۔

جیسا کہ فلاں شخص جو ہے وہ اپنی بیوی کے ساتھ ہے اس شہر میں۔ کہاں پر ہے؟ وہ اپنی جگہ پر ہے دور کسی اور جگہ پر وہ اپنے میکے گئی ہوئی ہے، وہ اپنے گھر میں بیٹھا ہے لیکن ہیں ایک جگہ پر۔ یہ کیا ہے؟ میرے ساتھ ہے، مطلق المصاحبہ ہے۔

کمانڈر ہے وہ فوج کو کمانڈ کرتا ہے اپنی جگہ پر بیٹھ کر دور، وہ دوسری اور جگہ پر ہیں، وہ اُن کو دیکھتا بھی ہے دُور بین سے (اُس زمانے میں دُور بین کی مثال دی ہے شیخ صاحب نے، اب تو ریڈار بھی آ گئے ہیں اب تو بہت سارے سسٹم آ گئے ہیں، اب تو جو پوری بیٹل فیلڈ (Battlefield) ہے جہاں پر جنگ ہو رہی ہے وہ پورا دیکھ بھی رہا ہوتا ہے اور کمانڈ بھی کر رہا ہوتا ہے کہ کس طرف سے تم نے کیا کرنا ہے، کیا کرنا ہے) اور کہتا ہے میں تمہارے ساتھ ہوں کیا غلط بول رہا ہے وہ کہ میں تمہارے ساتھ ہوں؟! نہیں، ساتھ تو ہے! لیکن کیا ساتھ سے مراد ہے؟ مطلق المصاحبہ ہے (معیت ہے)۔

اور اس سے اگلی مثال جیسا کہ چاند ہے "میں نے سفر کیا چاند کے ساتھ": چاند آسمان پر ہے میں زمین پر ہوں ساتھ ہے کہ نہیں؟ ساتھ تو ہے۔ یہ کون سا ہے؟ مطلق المصاحبہ ہے جس میں نہ تو جگہ کا اعتبار ہے اور نہ اس میں اختلاط کا اعتبار پایا جاتا ہے بلکہ ان دونوں سے الگ جو عام معیت ہے جو مطلق معنی معیت کا ہے وہ اس میں پایا جاتا ہے۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں: اب معنی متعین کیسے ہو گا؟ نسبت کے ساتھ۔ جب اس کا اضافہ ہو گا۔

اب مثال دیکھیں: جب یہ کہا جاتا ہے "فإذا قيل: ﴿إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوا وَّالَّذِينَ هُم مُّحْسِنُونَ﴾" (یعنی بے شک اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کے ساتھ ہے جو متقی ہیں اور جو احسان کرنے والے ہیں) (النحل:128): اب یہاں پر کیا معنی ہے؟ اب اضافہ کس چیز کے ساتھ معیت کا ہوا ہے؟ اللہ تعالیٰ کس کے ساتھ ہے؟ متقین کے ساتھ ہے۔

تو اس میں جو معنی پایا جاتا ہے جس میں اختلاط بھی نہیں ہے اور جگہ پر مشارکت بھی نہیں ہے (نہ اختلاط ہے نہ جگہ کے اعتبار سے مشارکہ یا مصاحبہ ہے) "بل هي معية لائقة بالله، ومقتضاها النصر والتأييد": یہ معنی ہے کہ یہ معیت جو ہے اللہ

تعالیٰ کی شایان شان کے مطابق ہے اور اس کا جو مقتضی جو معنی ہے وہ مدد اور اعانت کا ہے (نصر اور تائید کا ہے)، کہ اللہ تعالیٰ متقین کے ساتھ ہے یعنی متقین کی مدد بھی کرتا ہے اور ان کی تائید بھی فرماتا ہے، یہ معنی ہے۔

3- تیسری بات شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): تمہارا یہ وصف جو ہے اللہ تعالیٰ کے لیے "کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے اور معیت سے یہ معنی لازم آتا ہے جس میں اختلاط ہو جگہ کے اعتبار سے"، مصاحبت اور معیت اور ساتھ کا معنی تم لوگ لیتے ہو "من أبطل الباطل": یہ سب سے بڑا باطل ہے، اور سب سے زیادہ شدید تنقیص ہے اللہ تعالیٰ کی شان میں (جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں (سورۃ الحدید آیت نمبر 4 میں) اپنی تعریف کرتے ہوئے مدح کے سیاق اور سباق میں یہ بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی بھی ہے اور تمہارے ساتھ بھی ہے تو اس میں تعریف ہے کہ نہیں؟ تعریف ہے۔ اور تم لوگوں نے جو تعریف کا معنی تھا اس میں بہت ہی یعنی "من أبطل الباطل" جو تنقیص ہے) شدید تنقیص اللہ تعالیٰ کی شان میں کر دی ہے اس معنی کو لے کر جو تم لوگوں نے سمجھا ہے جو کہ غلط فہمی ہے کیونکہ تم لوگوں کا یہ کہنا کہ جگہ کے اعتبار سے معیت لازم آتی ہے تم لوگوں نے یعنی اللہ تعالیٰ کو عرش سے اٹھا کر فرش پر لوگوں کے ساتھ نیچے کر دیا ہے جبکہ اس میں کوئی مدح نہیں بلکہ اس میں نقص اور عیب ہے اور اللہ تعالیٰ ہر نقص اور عیب سے پاک ہے۔

اور یہ معنی بھی لازم آتا ہے تم لوگوں کا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہر جگہ پر ہے جہاں پر ہم رہتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ تم لوگ جب باتھ روم کے اندر جاتے ہو اور واش رومز میں جاتے ہو تو کیا اللہ تعالیٰ اس جگہ پر بھی تمہارے ساتھ ہے؟! نعوذ باللہ۔ اور یہ أعظم النقص ہے! (اور سچ بات ہے یہ سب سے بڑا نقص اور عیب ہے اللہ تعالیٰ کی شان میں!) جبکہ دنیا کے بادشاہوں میں سے کسی بادشاہ کو کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ تم باتھ روم میں تھے!

بلکہ سچ ہے یہ بادشاہ باتھ روم نہیں جاتے؟! کیا آپ کہہ سکتے ہیں بادشاہ سلامت کو کہ بھئی آپ ابھی باتھ روم سے نکلے ہیں جناب؟! آپ باتھ روم سے آئے ہیں!۔ کیوں نہیں کہہ سکتے آپ؟ کیونکہ پتہ ہے کہ یہ لفظ ہے یا جو بات ہے میں باتھ روم کی بات کر رہا ہوں بادشاہ کے تعلق سے اس سے اس کی شان میں گستاخی ہو جائے گی۔

دنیا کا عام سا بادشاہ ہے، آپ بادشاہوں کے بادشاہ کی بات کرتے ہیں! جلّ شانہ سبحانہ وتعالیٰ عرش پر مستوی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے، اور اس کا یہ ہمارے اوپر خاص کرم ہے انعام اور احسان ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ

ہے،اور یہ فرماتے ہیں "میں تمہارے ساتھ بھی ہوں!": تم لوگوں نے اس تعظیم جو اصل بات تعظیم کی تھی اور جو مدح کا مقام تھا تعریفوں کا مقام تھا تم لوگوں نے ایسا معنی بیان کر دیا ہے اور غلط فہمی کا شکار ہو کر جو ہے اللہ تعالیٰ کو عرش سے اٹھا کر فرش پر انسانوں کے برابر کر دیا ہے اور اس جگہ کو بھی یعنی اس سے پاک نہیں رکھا(نعوذ باللہ) جو جگہ ہمیں خود پسند نہیں ہے اور وہاں پر جا کر ہم اللہ تعالیٰ کا ذکر تک نہیں کر سکتے!(سبحان اللہ)۔

اور شیخ صاحب فرماتے ہیں:"وهل هذا إلا أعظم النقص والعياذ بالله؟!":یعنی اس سے بڑھ کیا نقص اور عیب ہو گا اللہ تعالیٰ کی شان میں،اللہ تعالیٰ کی پناہ؟!

4-چوتھا جواب اس غلط فہمی کے ازالے میں: تم لوگوں کی اس بات سے دونوں میں سے ایک بات لازم آتی ہے جس کا کوئی تیسرا آپشن(Option) نہیں ہے اور یہ دونوں جو ہیں اللہ تعالیٰ کے حق میں ناممکن اور ممتنع ہیں(جائز نہیں ہیں)۔ یعنی تم لوگوں کا یہ کہنا "کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے جہاں پر ہم رہتے ہیں،ہر جگہ موجود ہے"،دونوں میں سے ایک بات لازم آتی ہے:(۱) کہ یا تو اللہ تعالیٰ کے مختلف حصے ہیں اور ہر جگہ پر ایک ایک حصے میں موجود ہے(نعوذ باللہ)۔(۲) اور یا متعدد ہے(ایک سے زیادہ ہے) اللہ تعالیٰ جو ہے وہ ہر جگہ پر الگ الگ اللہ تعالیٰ موجود ہے کیونکہ جگہ مختلف ہے متعدد ہے۔

توجب ہر جگہ موجود ہے تو دونوں میں سے ایک معنی لازمی ہے اور دونوں باطل معنی ہیں ناممکن ہیں!

یا تو اللہ تعالیٰ کے مختلف حصے ہیں اور ہر حصے میں اللہ تعالیٰ کا کوئی حصہ موجود ہے،یا اللہ تعالیٰ کی تعداد ایک سے زیادہ ہے جو ہر جگہ پر موجود ہے کیونکہ جگہ متعدد ہے تو پھر ذات متعدد ہونی چاہیے(نعوذ باللہ)!اور یہ دونوں جو ہیں معنی باطل ہیں اور ناممکن ہیں اللہ تعالیٰ کے حق میں۔

5-پانچواں جواب یہ ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں: اس سے یہ بھی لازم آتا ہے تمہاری اس غلط سمجھ اور غلط عقیدے سے "کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے"،اس سے یہ بات لازم آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی خلق میں بھی حل چکا ہے(نعوذ باللہ)، کیونکہ جیسے وہ ہر جگہ پر موجود ہے وہ ہر جگہ میں حل بھی ہو چکا ہے،اور یہ ایک سیڑھی یا ایک راستہ بن گیا ہے اُن لوگوں کے لیے جو وحدت الوجود کے قائل ہیں اور وحدتِ حلول کے قائل ہیں(نعوذ باللہ)،اور یہ جو قول ہے یہ باطل ہے اور کفریہ قول ہے۔

اس لیے شیخ صاحب فرماتے ہیں: ہم یہ کہتے ہیں کہ جو شخص یہ کہتا ہے "کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے زمین پر" تو ایسا شخص کافر ہے اسے توبہ کرنی چاہیے اور حق بیان کرنا چاہیے حجت قائم کرنی چاہیے، اگر وہ توبہ کرلیتا ہے اور حق کی طرف پلٹ جاتا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ اس کا قتل واجب ہو جاتا ہے۔

اور جب علماء یہ بات کرتے ہیں حجت قائم کرنی ہے کسی شخص پر جس پر کفر کا فتویٰ لگا دیا جائے اور اگر وہ توبہ نہیں کرتا تو حد قائم کی جاتی ہے کفر کی (یعنی مرتد ہو جاتا ہے اور اس پر حد قائم کی جاتی ہے) تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ عوام الناس کے لیے ہے کہ آپ کسی شخص کو دیکھیں اور جو کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے، آپ سب سے پہلے اس پر کفر کا فتویٰ لگائیں اور پھر اس پر حجت قائم کرنے کی کوشش کریں اس سے بحث و مباحثہ کریں جبکہ آپ کا یہ کام نہیں ہے آپ کو یہ سمجھ نہیں ہے، پھر اگر وہ نہیں مانتا یا آپ سے کوئی کوتاہی ہو جاتی ہے دلائل پیش کرنے میں، یا وہ کسی وجہ سے نہیں مانتا آپ کی بات تو خود اُس کو جا کر قتل کر دو، ایسا شخص جو ہے خود قاتل ہے اور خود سزا کا مستحق ہے جو ایسا کام کرتا ہے۔ حجت علماء قائم کرتے ہیں، اور فیصلہ قاضی کرتا ہے، سزا حاکم وقت دیتا ہے قاضی کے فیصلے کی بنیاد پر، یہ عوام الناس کے لیے باتیں نہیں ہوتیں، طلاب علم کو ان مسائل کو اچھی طرح سمجھنا چاہیے (واضح ہے؟ بارک اللہ فیک)۔

اب آتے ہیں جو دلائل ہیں، یعنی شبہات کا ازالہ ہو گیا ہے اور پانچ وجوہات سے یا پانچ طریقوں سے ان شبہوں کا ازالہ کیا گیا ہے، اب آتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی معیت کے تعلق سے دلائل پیش کیے ہیں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے عقیدۃ الواسطیۃ میں، سات آیات ہیں آیئے دیکھتے ہیں۔

1-سب سے پہلی آیت اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سورۃ الحدید آیت نمبر 4 میں: ﴿هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۭ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاۗءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ۭ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾ (الحدید:4)۔

اور شاہد جو ہے اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾۔

یہ معیت جو ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں معیۃ عامۃ ہے (یعنی جسے مطلق کہتے ہیں) جس کا معنی جو ہے وہ احاطہ ہے تمام مخلوقات سے (جیسے پچھلے درس میں گزر چکا ہے) کہ اللہ تعالیٰ محیط ہے تمام مخلوقات کو اپنے علم سے، اپنی قدرت سے،

سلطان سے، سمع سے، اور بصر سے اور اس کے علاوہ بھی جو ربوبیت کے دیگر معنی ہیں ربوبیت کے معنی کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے ساتھ ہے۔

﴿وَهُوَ مَعَكُمۡ اَيۡنَ مَا كُنۡتُمۡ﴾ تم جہاں بھی ہو وہ تمہارے ساتھ ہے: اور یہ معیت جو ہے علم کے اعتبار سے، احاطے کے اعتبار سے، قدرت اور سلطان اور سمع اور بصر، یعنی اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے، اللہ تعالیٰ خوب دیکھتا ہے، خوب سنتا ہے ،اور اللہ تعالیٰ کی قدرت بھی اپنی مخلوق پر ہمیشہ ہے (اور اس آیت کے تعلق سے پچھلے درس میں کچھ تفصیلی بات ہو چکی ہے)۔

2- دوسری آیت یا دوسری دلیل اللہ تعالیٰ کی معیت کی صفت کے تعلق سے جو شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے بیان کی ہے سورۃ المجادلۃ آیت نمبر 7 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿مَا يَكُوۡنُ مِنۡ نَّجۡوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمۡ وَلَا خَمۡسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمۡ وَلَاۤ اَدۡنٰى مِنۡ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكۡثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمۡ اَيۡنَ مَا كَانُوۡا‌ ۚ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمۡ بِمَا عَمِلُوۡا يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمٌ﴾(المجادلۃ:7)۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں: ﴿مَا يَكُوۡنُ﴾ : ﴿يَكُوۡنُ﴾ :"تامة يعني :ما يوجد"(یعنی نہیں ہر گز پائیں گے آپ) ﴿مِنۡ نَّجۡوٰى ثَلٰثَةٍ﴾(کوئی بھی تین ایسے لوگ ہیں جو سرگوشی کرتے ہیں) ﴿اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمۡ﴾(الّا یہ کہ اللہ تعالیٰ اُن کے ساتھ یعنی چوتھا ہے (یعنی تین لوگ اگر سرگوشی کر رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ چوتھا ہوتا ہے))۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ تیسرا کیوں نہیں فرمایا؟"إلا هو ثالثهم"یعنی تین لوگ سرگوشی کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُن میں تیسرا ہے؟ کیونکہ جب جنس غیر ہے تو پھر عربی لغت میں جب جنس غیر ہوتی ہے تو تیسرے کی جب بات ہو رہی ہوتی ہے تو پھر اس کو تیسرا نہیں چوتھا کہتے ہیں، اگر ایک ہی جنس ہو پھر تیسرے میں سے تیسرا کہا جاتا ہے، یعنی جیسا کہ نصاریٰ کہتے ہیں تثلیث (Trinity) کے تعلق سے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سورۃ المائدۃ آیت نمبر 73 میں: ﴿لَقَدۡ كَفَرَ الَّذِيۡنَ قَالُوۡۤا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ﴾ (یقیناً اُن لوگوں نے کفر کیا ہے جن لوگوں نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ تینوں میں سے تیسرا ہے)(المائدۃ:73)۔

﴿ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ﴾: تین ہیں تینوں میں سے تیسرا ہے۔

اب یہاں پر سرگوشی ہورہی ہے تین ہیں تینوں میں تیسرا نہیں چوتھا ہے وجہ کیا ہے؟

شیخ صاحب فرماتے ہیں: کیونکہ جو تثلیث کے قائل ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تینوں میں سے ایک ہے، اور تین اُن کے نزدیک اِلٰہ ہیں اور تینوں کی عبادت کرتے ہیں، تو ''ثالث ثلاثة'' فرمایا ہے۔

جب جنس الگ ہے نجویٰ کے اعتبار سے (یعنی یہ تو عقیدہ باطل ہے نا نصاریٰ کا، باطل عقیدہ ہے) اور خود وہ کہتے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ﴿ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ﴾ (کہ تینوں میں سے تیسرا) کہ وہ تینوں کو معبود سمجھتے ہیں ٹرینیٹی (Trinity) میں۔

اس لیے یعنی نصاریٰ کے جو عقیدے کے اصول ہیں یا ارکان ہیں اُن کے ایمان کے تثلیث ایک بنیادی رکن ہے اُن کا اُس کے بغیر یعنی اس کا عقیدہ درست نہیں وہ نصرانی نہیں سمجھا جاتا جس کا عقیدہ تثلیث کا یا ٹرینیٹی (Trinity) کا عقیدہ نہ ہو اُن کے عقیدے میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تینوں میں سے ایک ہے، اور تین جو ہیں وہ سب ایک ہیں۔

لیکن جب ہم بات کرتے ہیں (شیخ صاحب فرماتے ہیں) اب سورۃ المجادلۃ کی آیت میں کہ جب تین لوگ سرگوشی کرتے ہیں تو چوتھا اللہ تعالیٰ ہوتا ہے تو چوتھا کیوں فرمایا؟ اس لیے کہ جنس اور ہے۔

قاعدہ کیا ہے؟ جنس مختلف ہو نمبر کے اعتبار سے آپ اُس جنس کے نمبر کو ساتھ ملاتے ہیں، اگر جنس ایک ہے تو پھر وہی نمبر ہوگا جو آپ بتا رہے ہیں اُس سے زیادہ نہیں کریں گے آپ، تین ہیں تو تیسرا ہوگا، لیکن جنس دوسری ہے تین ہیں تو پھر چوتھا ہوگا، تیسرا نہیں ہوگا، یہ معنی ہے اس کا۔

﴿وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ﴾ (اور پانچ نہیں مگر چھٹا اللہ تعالیٰ اُن کے ساتھ ہے (یعنی سرگوشی میں)): اور یہاں پر دیکھیں آپ جو عدد ہے وہ فردی عدد ہے (اوڈ (Odd) نمبر ز ہیں تین ہیں، پانچ ہیں) اور سکوت اختیار کیا ہے زوجی عدد سے لیکن اس میں داخل ہے۔

﴿وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ﴾ (نہ اِن سے کم نہ اِن سے زیادہ): تو اس میں سب نمبر شامل ہوگئے ہیں کیونکہ تین سے کم دو ہیں اور پانچ سے زیادہ چھ ہیں، تو سب اس میں شامل ہوگئے ہیں (یعنی کوئی ایسے دو نہیں ہیں یا اُس سے زیادہ جب کوئی سرگوشی کرتے ہیں کسی جگہ پر کسی وقت میں اِلَّا یہ کہ اللہ تعالیٰ اُن کے ساتھ ہوتا ہے)۔

یہ کون سی معیت ہے ؟اللہ تعالیٰ ساتھ ہے نا کون سی معیت ہے ؟ یہ معیۃ العامۃ جسے مطلق معیۃ کہتے ہیں، کیونکہ یہ تو سب کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہوتا ہے جب کوئی سر گوشی کرتا ہے چاہے مومن ہو یا کافر ہے، یا اچھا ہو یا بُرا ہو، چھوٹا ہو بڑا ہے، مرد ہو عورت ہو سب ہیں نا، یہ معیۃ العامۃ ہے پہلی بات یہ ہے۔اور اس کا معنی کیا ہوتا ہے معیۃ العامۃ جو ہے عام معیت کا؟ کہ احاطہ ہے علم سے، قدرت سے، سمع، بصر، سلطان، تدبیر وغیرہ سے جو مختلف معنی ہیں ربوبیت کے جیسا کہ گزر چکا ہے۔

پھر فرمایا: ﴿ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ (پھر اللہ تعالیٰ اُن کو خبر دے گا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے قیامت کے دن): اُن کے اعمال کی اللہ تعالیٰ انہیں خبر دے گا یعنی اُن کا حساب لے گا کیونکہ اعمال کی خبر دینے سے مراد یہ نہیں کہ صرف تم لوگ یہ اعمال کیا کرتے تھے بلکہ خبر سے مراد یہ ہے کہ اُن کو پتہ چلے گا وہ کیا اعمال کیا کرتے تھے دنیا میں تاکہ پھر اُن اعمال کا حساب بھی ہو گا،اور مومن کا حساب جو ہے اس میں صرف احصاء ہوتا ہے کہ گن گن کر اعمال بتائے جاتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ اُن کو معاف کر دیتا ہے،اور یہ یعنی خوشخبری ہو گی اہل ایمان کے لیے جب حساب ہو گا "کہ میں نے تمہیں دنیا میں پردے میں رکھا ہے آج میں تمہارے گناہ بخش دیتا ہوں": جیسا کہ متفق علیہ حدیث میں آیا ہے۔

اور آیت کا اختتام جو ہوا اس جملے سے ہوا: ﴿إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ (بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے (ہر چیز کا علم رکھتا ہے)): جو بھی چیز موجود ہے یا معدوم ہے، یا وہ جائز، واجب، ممتنع ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خوب علم رکھنے والا ہے۔

اور علم کی صفت کے تعلق سے شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ ہم پہلے بات کر چکے ہیں اور علم سے مراد سارے معنی شامل ہیں چاہے واجب ہے یا مستحیل ہے، چھوٹا ہے یا بڑا ہے، ظاہر ہے یا خفی ہے اس میں سب شامل ہیں۔

تو سورۃ المجادلۃ کی آیت میں سیاق اور سباق کو اگر آپ دیکھیں جس میں شروع سے لے کر آخر تک جو معنی ہے معیت کا وہ ہے علم کے اعتبار سے کہ اللہ تعالیٰ ہر انسان کے ساتھ ہے جب کوئی سر گوشی کرتا ہے دو یا تین، یا چار یا پانچ، اِلّا یہ کہ اللہ تعالیٰ اُن کے ساتھ ہوتا ہے۔اگر دو ہیں تو تیسرا ہے، تین ہیں تو چوتھا ہے، پانچ ہیں تو چھٹا ہے، اللہ تعالیٰ اُن سب کے ساتھ ہے اور خوب جانتا ہے جو وہ سر گوشیاں کر رہے ہیں۔

اور پھر جو وہ باتیں کررہے ہیں اچھی ہیں یا بُری سب درج ہورہا ہے سب کا احصاء ہورہا ہے،اور سب کی خبر ملے گی قیامت کے دن پھر اُن سب کا حساب بھی ہونا ہے۔

3-اگلی آیت یا تیسری دلیل صفۃ المعیۃ کے تعلق سے سورۃ التوبہ آیت نمبر 40 کا یہ حصہ ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَا تَحۡزَنۡ إِنَّ ٱللَّهَ مَعَنَا﴾ (غم نہ کرو بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے) (التوبہ:40): اور یہ خطاب جو ہے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سورۃ التوبہ آیت نمبر 40 میں: ﴿إِلَّا تَنصُرُوهُ فَقَدۡ نَصَرَهُ ٱللَّهُ﴾ (اگر تم مدد نہیں کرتے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تو یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کی ہے) ﴿إِذۡ أَخۡرَجَهُ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ ثَانِيَ ٱثۡنَيۡنِ﴾ (جب کافروں نے دونوں کو نکالا ہے (دونوں میں سے دوسرا یعنی اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں)) ﴿إِذۡ هُمَا فِي ٱلۡغَارِ﴾ (جبکہ دونوں غار میں تھے) ﴿إِذۡ يَقُولُ لِصَٰحِبِهِۦ لَا تَحۡزَنۡ إِنَّ ٱللَّهَ مَعَنَا﴾ (جب اپنے ساتھی سے یہ فرمایا ہے کہ رنج نہ کرو غم نہ کرو بے شک اللہ تعالیٰ ہم دونوں کے ساتھ ہے (اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے))۔

اللہ تعالیٰ کی نصرت اور اعانت جو ہے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھیں غور کریں ذرا:

(۱) اللہ تعالیٰ نے نصرت اور اعانت کی ہے مدد کی ہے اپنے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی: ﴿إِذۡ أَخۡرَجَهُ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ﴾: جب اہل کفر نے نکالا اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ سے تو اللہ تعالیٰ کی مدد اور اعانت ساتھ تھی۔

(۲) جب غار میں تھے: ﴿إِذۡ هُمَا فِي ٱلۡغَارِ﴾: تب بھی اللہ تعالیٰ کی مدد اُن کے ساتھ تھی۔

(۳) اور جب سخت موقع آیا اور مشرکین جو ہیں جو جان کے دشمن تھے وہ غار تک پہنچے تب بھی اللہ تعالیٰ کی مدد اور اعانت ساتھ تھی ﴿إِذۡ يَقُولُ لِصَٰحِبِهِۦ لَا تَحۡزَنۡ﴾۔

یعنی یہ تین مختلف جگہیں ہیں جہاں پر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد اور اعانت کی ہے۔

اور یہ تیسری جگہ جو ہے یہ تب تھی جب مشرکین جو ہیں وہ غار کے سامنے آکر کھڑے ہو گئے، اُس وقت سیدنا ابو بکر صدیق نے جب یہ دیکھا تو یہ عرض کی "اے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر کوئی شخص اپنے قدموں کی طرف دیکھ لے نیچے (کیونکہ غار تھا اور غار کے اندر تھوڑی سی نیچے جگہ تھی وہاں پر بیٹھے ہوئے تھے تو اگر کوئی نیچے دیکھ لیتا اپنے قدموں کی طرف) تو ہم سامنے نظر آجاتے" (جیسا کہ متفق علیہ حدیث میں آیا ہے)، یعنی بہت بڑا خطرہ تھا!

اور جیسا کہ سیدنا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے قصے میں (شیخ صاحب فرماتے ہیں) جب سمندر کے کنارے پہنچے اور پیچھے لشکر تھا فرعون کا سامنے سمندر تھا تو اصحاب موسیٰ نے یہ کہا ﴿إِنَّا لَمُدْرَكُونَ﴾ (الشعراء:61): تو سیدنا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کی زبانی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿كَلَّا ۖ إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِ﴾ (ہر گز نہیں! بے شک میرے ساتھ میرا ربّ ہے ضرور میری رہنمائی فرمائے گا) (الشعراء:62)۔

اور یہاں پر اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا جب سیدنا ابو بکر صدیق نے یہ عرض کی کہ اگر کوئی اپنے پاؤں کی طرف دیکھے نیچے دیکھے تو ہمیں دیکھ لیتے، تو اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے سورۃ التوبہ آیت نمبر 40 میں: ﴿لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا﴾ (غم نہ کرو بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے)، تو اطمینان ہوا اور امن وامان بھی مل گیا اور تعلیل یہ تھی ﴿إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا﴾ کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔

اور ﴿لَا تَحْزَنْ﴾: جو ہے یہ نہی ہے جس میں تمام معنی جو ہیں غم اور رنج اور پریشانی کو دور کرنے کے معنی موجود ہیں، یعنی ماضی میں بھی، مستقبل میں بھی، پریشان نہ ہوں اللہ تعالیٰ کی مدد ہمیشہ ہمارے ساتھ ہے۔

اور "حزن" جو ہے جیسا کہ ہم جانتے ہیں شدید پریشانی اور غم کو کہا جاتا ہے جو نفس پر گہرا شدید اثر رکھتی ہے۔

﴿إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا﴾ میں جو معیت ہے یہ خاص معیت ہے، یعنی خصوصی طور پر اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے اور اس معیت کا معنی ہے مدد اور اعانت (کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت مدد اور اعانت ہمارے ساتھ ہے)۔

اور اس کی حقیقت یہی ہے کہ جب قریش یعنی مشرکین جو ہیں وہ غار کے سامنے آکر کھڑے ہو گئے تو اُن کو نظر نہیں آئے! اللہ تعالیٰ نے اُن کو اندھا کر دیا۔

اور بعض کتابوں میں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں) یہ آیا ہے "کہ جو مکڑی ہے اپنا جال بچھا دیا، اور کبوتر جو ہیں انہوں نے اپنے وہاں پر گھونسلے بنا لیے، جب مشرکین آئے تو دیکھا کہ یہ تو لگتا ہے کہ پرانا غار ہے یہاں پر تو مکڑی کا جالا بھی ہے اندر تو کوئی جا نہیں سکتا جالے نے راستہ بند کیا ہوا ہے، اور یہاں پر یعنی یہ گھونسلہ بھی ہے کبوتروں کا، تو یہاں پر ناممکن ہے کہ کوئی شخص یہاں سے گزرا ہو، کسی کا گزر بھی نہیں ہو سکتا یہاں سے"۔

تو شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ بات درست نہیں ہے بلکہ یہ باطل ہے (شیخ صاحب فرماتے ہیں یہ باطل ہے) کیونکہ جو اللہ تعالیٰ کی مدد اور اعانت اور حمایت ہوئی ہے وہ بہت ہی عظیم ہے اُس کا یہی معنی ہے کہ غار بالکل کھلا تھا اور کوئی بھی حسّی مانع نہیں تھا (محسوس طریقے سے کوئی چیز کسی چیز نے منع نہیں کیا) اور یہی عظمت ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کی مدد اور تائید ہے کہ بغیر کسی حسّی چیز کے اللہ تعالیٰ اُن کو اندھا کر دے اور وہ دیکھنے نہ پائیں، لیکن اگر وہاں پر کوئی یعنی مکڑی کا جال ہوتا یا کوئی کبوتر وغیرہ کا وہاں پر کوئی گھونسلہ ہوتا تو یہ اس معنی کے بالکل بعید ہے اور اس کے خلاف ہے کہ سیدنا ابو بکر صدیق کا یہ کہنا "کہ اگر کوئی شخص اپنے قدموں کی طرف دیکھ لے تو ہمیں دیکھ لے گا"۔

تو اگر جالا بھی موجود ہے باہر اور کبوتر بھی موجود ہیں اُڑ رہے ہیں اور سارا کچھ ہے تو پھر اگر کوئی قدموں کی طرف دیکھ لیتا تو کہاں نظر آتے پھر؟! یہ تب معنی واضح ہوتا ہے، جب کوئی بھی حسّی ممانعت نہیں ہے اُن کو دیکھنے میں۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں: بات یہ ہے کہ بعض مؤرخین (اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت کرے) بڑی عجیب و غریب اور شاذ اور منکر باتیں لے کر آتے ہیں جن کو نہ عقل قبول کرتی ہے اور نہ ہی نقل صحیح سے وہ ثابت ہیں۔

4- چوتھی آیت معیت کے ثبوت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سورۃ طٰہٰ آیت نمبر 46 میں: ﴿اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰى﴾ (میں تم دونوں کے ساتھ ہوں میں خوب سنتا ہوں اور خوب دیکھتا ہوں) (طٰہٰ:46)۔

یہ خطاب جو ہے سیدنا موسیٰ اور سیدنا ہارون علیہم الصلاۃ والسلام کے لیے ہے، اللہ تعالیٰ نے اُن کو حکم دیا کہ جاؤ فرعون کی طرف، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سورۃ طٰہٰ آیت نمبر 43 سے 46 تک: "قال: ﴿اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى﴾ (تم

دونوں جاؤ فرعون کی طرف فرعون سرکش ہو گیا)﴿فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى﴾(اور اُس سے نرم بات کرو تا کہ ہو سکتا ہے کہ وہ نصیحت پکڑ لے یا ڈر جائے)﴿قَالَا﴾(دونوں نے کہا)﴿رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى﴾(اے ہمارے ربّ! ہمیں یہ ڈر ہے کہ وہ زیادتی ہم پر کرے گا یا وہ سرکشی کر بیٹھے گا(یعنی کوئی نقصان پہنچائے گا ہمیں))﴿قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰى﴾ (پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ڈرو نہیں بے شک میں تمہارے ساتھ ہوں میں خوب سنتا ہوں اور خوب دیکھتا بھی ہوں)"۔

توشاہد یہ ہے﴿اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰى﴾:﴿اَسْمَعُ وَاَرٰى﴾یہ جملہ استئنافیۃ ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں اور اس کا مقتضی یہ ہے یعنی خاص معیت ہے جس میں سننے اور دیکھنے کا معنی ہے اور یہ معیت جو ہے جس میں وہی مدد اور اعانت کا معنی موجود ہے کہ فرعون سے اللہ تعالیٰ نے نجات دی ہے جب دونوں نے یہ عرض کی﴿اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى﴾: تو اللہ تعالیٰ نے فرعون کی سرکشی سے اور فرعون کے شر سے اپنے دونوں پیغمبروں کو (علیہم الصلاۃ والسلام کو) محفوظ فرمایا۔

تو یہ معیت سے کیا مراد ہے؟ نصرت اور اعانت، نصرت اور مدد جو ہے۔

5-پانچویں آیت اللہ تعالیٰ کی معیت کے ثبوت میں سورۃ النحل کی آیت نمبر 128 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ﴾(النحل:128)۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں: یہ آیت جو ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بعد اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے سورۃ النحل آیت نمبر 126:﴿وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ﴾(اگر تم کسی کو سزا دینا چاہتے ہو تو ویسی سزا دو جیسی کہ تمہیں سزا دی گئی ہے (یعنی جس میں کوئی زیادتی نہیں ہونی چاہیے))﴿وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ﴾(اور اگر تم صبر کر لیتے ہو)﴿لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ﴾(تو صبر کرنے والوں کے لیے خیر ہے اور بھلائی ہے)(النحل:126)۔

﴿وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ﴾(اور صبر کر واے میرے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اور تمہارا صبر اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے)﴿وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ﴾(اور تمہیں اُن پر رنج نہ ہو)﴿وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ﴾(اور تمہیں کوئی تنگی نہیں ہونی چاہیے جو مکر و فریب وہ کرتے ہیں)(النحل:127)۔

یعنی جو کسی کو نقصان پہنچاتا ہے یا کوئی سزا کسی کو دیتا ہے تو اگر آپ سزا دینے کی بدلہ لینے کی طاقت رکھتے ہیں تو اتنی سزا دو جتنی کہ تمہیں سزا دی گئی ہے اور ایسا عمل یہ تقویٰ میں سے ہے کیونکہ اگر اس سے زیادہ سزا دی جائے تو ظلم ہے اور زیادتی ہے، اور معاف کرنا احسان ہے، اس لیے پھر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ﴾ (النحل:128)۔

تقویٰ کا تقاضا کیا ہے؟ کہ اُتنی سزا دو جتنی کہ تمہیں دی گئی ہے۔ احسان کیا ہے؟ کہ اسے در گزر کر دو معاف کر دو: اور اللہ تعالیٰ اِن دونوں کے ساتھ ہے۔

دیکھیں دو ہی راستے ہیں بدلہ لینے کے لیے، اگر کوئی آپ پر ظلم و زیادتی کرتا ہے کوئی تکلیف پہنچاتا ہے دو ہی راستے ہیں تیسرا نہیں ہے: یا تو اگر انتقام لے سکتے ہو بدلہ لے سکتے ہو تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے جتنی تمہیں تکلیف پہنچی ہے تمہیں اتنی ہی سزا دینی ہے، اگر اس سے زیادہ سزا دے دی تو ظلم ہے اور اللہ تعالیٰ ظلم پسند نہیں کرتا، پھر تمہاری بھی پکڑی ہو گی جیسا کہ اُس کی پکڑ ہو گی۔

اُس نے بھی ظلم کیا ہے زیادتی کر کے، آپ نے بھی ظلم کیا ہے بدلے میں زیادتی کر کے دونوں برابر ہوئے کہ نہیں؟ برابر ہوئے۔

تو پھر کرنا کیا چاہیے؟ دو ہی راستے ہیں: (۱) یا تو تقویٰ کا راستہ اختیار کر کے اتنی سزا دو جتنی دے سکتے ہو۔ (۲) اور احسان کا درجہ اس سے زیادہ بلند ہے اگر در گزر کر دیتے ہو معاف کر دیتے ہو تو اللہ تعالیٰ محسنین کے ساتھ ہے (اللہ تعالیٰ متقین کے ساتھ بھی ہے محسنین کے ساتھ بھی ہے)۔

اور جو معیت ہے یہاں پر "متقین کے ساتھ اور محسنین کے ساتھ" اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی مدد اور اعانت ان لوگوں کے ساتھ ہو گی۔

اور اس کا یہ فائدہ ہوتا ہے جب ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ متقین اور محسنین کے ساتھ ہے تو ہر انسان یہ پسند کرتا ہے کہ متقین میں سے ہو اور احسان کرنے والوں میں سے ہو تا کہ اللہ تعالیٰ کی معیت اور ساتھ کے اس انعام اور احسان کو حاصل کر لے۔

اور اگر صبر کر لیتے ہیں اُس میں بھی بھلائی ہے اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ بھی ہے، اس لیے اس آیت میں صبر کا ذکر بھی ہے۔

اور ان تمام آیات کا جو سورۃ النحل کی آخری آیات ہیں سیاق اور سباق کس چیز کے تعلق سے ہے پتہ ہے؟ ﴿اُدْعُ إِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ﴾(النحل:125): اللہ تعالیٰ کی دعوت میں طالب علم ہمیشہ یاد رکھیں کہ دعوت اور تبلیغ میں تکلیفیں ہوں گی، مخالفت ہو گی، ظلم و زیادتی بھی ہو گی۔ کرنا کیا ہے؟ تین چیزیں ہیں: صبر ہے، تقویٰ ہے، احسان ہے: اور تینوں کمال ہیں نور علی نور ہیں۔

اِن کے علاوہ اگر کوئی اور راستہ اختیار کرتے ہیں پھر ظلم اور زیادتی ہے، نہ تو پھر دعوت میں برکت ہو گی، نہ دعوت میں کوئی خیر ہو گی، ٹھوکریں اُس سے زیادہ لگیں گی جتنی کہ تمہیں رکاوٹیں دی گئی ہیں، یاد رکھیں! رکاوٹیں ہمیشہ ہوتی ہیں، حق کی دعوت جب بھی وجود میں آتی ہے کسی معاشرے میں جنم لیتی ہے اور اس کی ابتداء ہوتی ہے تو اس کے ساتھ رکاوٹیں بھی شروع ہو جاتی ہیں۔

دیکھیں انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے زمانے کو دیکھیں اللہ تعالیٰ نے کیوں بار بار قصے فرمائے ہیں قرآن مجید میں انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے؟ ایک جگہ پر کیوں نہیں ہے کہ ایک چیپٹر (Chapter) پڑھ لیا بات ختم؟! پورے قرآن مجید میں شروع سے لے کر آخر تک آپ دیکھیں ریپیٹ (Repeat) ہوتے ہیں قصے ریپیٹ (Repeat) ہوتے ہیں قصے کیوں ہوتے ہیں؟ ریپٹیشن (Repetition) میں کیا ہوتا ہے؟ تقویت بھی ہوتی ہے اور ہمیشہ آپ کے بات ذہن میں رہتی ہے نصب العین رہتا ہے آپ بھول نہیں پاتے۔

آپ یعنی مغرب کی نماز پڑھ رہے ہیں، عشاء کی نماز پڑھ رہے ہیں، بار بار امام تلاوت کر رہے ہیں، وہی چیزیں بار بار آپ کے سامنے آ رہی ہیں تو مضبوطی محسوس ہوتی ہے دل میں تسلی ہوتی ہے کہ دیکھیں میں اکیلا اس راستے پر نہیں ہوں مجھ سے بہتر اس راستے پر آئے ہیں اور مجھ سے زیادہ سختی ان لوگوں نے اس راستے میں برداشت کی ہے تو ہماری کیا حیثیت ہے؟!

اس لیے جلد بازی میں آکر باطل کا جواب باطل سے دینا، گالی کا جواب گالی سے دینا، ناانصافی کا جواب ناانصافی سے دینا، ظلم کا جواب ظلم سے دینا، جھوٹ کا جواب جھوٹ سے دینا، تہمت کا جواب تہمت سے دینا، یہ طالب علم کے لیے بالکل جائز نہیں ہے، اور نہ ہی یہ یعنی طلب علم اور یہ جو نور اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے اس کی شان کے مطابق ہے۔

یہ بہت بڑا شرف ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو یہ شرف بخشے کہ وہ طلاب علم میں سے ہو اور اس راستے پر چلے جو انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کا راستہ ہے، جو سلف صالحین کا راستہ ہے، پھر آکے تھوڑا سا کوئی چھوٹا سا جھٹکا لگا ناانصافی پر اُتر آیا، گالی گلوچ پر اُتر آیا، جھوٹ پر اُتر آیا، تہمتوں پر اُتر آیا، واللہ اس دعوت میں کوئی خیر نہیں ہے!

کس دعوت میں خیر ہے؟ دعوت حکمت ہے، موعظۃ ہے، ﴿وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾ (النحل:125) ہے جس میں صبر ہے جس میں تقویٰ ہے جس میں احسان ہے: اگر یہ ساری چیزیں مل جائیں تو واللہ نور علی نور ہے اور خیر علی خیر ہے۔

اگر ان میں سے کہیں پر گڑبڑ کر دیا نا تو پھر تو ٹھوکریں ہی ٹھوکریں ہیں پھر حاصل کچھ نہیں ہونا! نہ دعوت میں برکت ہو گی، نہ اُس میں کوئی خیر ہو گا، پھر وقت ہی ضائع ہو گا! اور پھر دیکھیں کچھ عرصے بعد اس کا وجود ہی نہیں ہو گا! وہ اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہوتا ہے۔

کیوں معیت کی بات ہم کر رہے ہیں یہاں پر؟ اور اس آیت میں کیوں بار بار معیت کا ذکر ہے؟ کہ اللہ تعالیٰ کی مدد اور اعانت کے بغیر دعوت ممکن ہی نہیں ہے، اگر آپ سمجھتے ہیں کہ ہم کرنے والے ہیں، میں یا آپ کرنے والے ہیں، کچھ نہیں کرنے والے! واللہ جب تک اللہ تعالیٰ کی مدد اور اعانت نہ ہو، اللہ تعالیٰ کی نصرت اور تائید نہ ہو کوئی دعوت والا کوئی دعوت کا کام کر ہی نہیں سکتا!

اور اسی لیے انبیاء کے قصوں میں کیوں معیت کا لفظ بار بار آتا ہے؟ دیکھیں انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام جیسا کون ہے؟ کوئی بھی نہیں ہے واللہ! سب سے عظیم دعوت دینے والے دنیا میں اللہ تعالیٰ کے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام ہیں، اُن تمام میں سب سے عظیم اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر محمد علیہ الصلاۃ والسلام ہیں اللہ تعالیٰ کی مدد اور اعانت ہمیشہ ساتھ ہے۔ میدان جنگ میں ہوں یا میدان تبلیغ میں ہوں (دعوت اور تبلیغ میں ہوں) ہر میدان میں اللہ تعالیٰ نے سرخرو کیا ہے اور سب سے بلند درجہ عطا فرمایا ہے، یعنی بعض ایسا وقت بھی آیا کہ دیکھنے والوں کہا کہ دیکھیں یہ تو گیا!

جنگ احزاب میں دیکھیں یہودی اندر سے اور مشرکین نے گھیر رکھا تھا، تمام لوگوں نے کہا یعنی جیسے کہ خبریں آتی ہیں ہر جگہ سے "اب تو محمد گیا اُس کے ساتھی گئے (علیہ الصلاۃ والسلام)" اللہ تعالیٰ کی ایسی مدد آئی کہ پوری دنیا حیران ہو کر رہ گئی! ایک لشکر چھوٹا سا: ہوا آئی آندھی آئی اور تمام اُن کے جو خیمے تھے جو اُن کی طاقت تھی سب اڑا کر لے گئی کچھ باقی نہیں رہا!

دیکھیں اللہ تعالیٰ جب مدد کرتا ہے تو کن فیکون ہے ہمارے ذمہ جو کام ہے وہ کیا ہے؟ ہم نے وہ کام کرنا ہے جو ہمارے ذمے ہے، شریعت کے مطابق اصولوں کے مطابق کام کرنا ہے اور دعوت و تبلیغ کے جو اصول ہیں وہ یہ ہیں، مختصر اصول دیکھنا چاہتے ہیں تو سورۃ النحل کی آخری چار پانچ آیتیں ہیں وہ پڑھ لیں ﴿اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ﴾ سے لے کر آخر تک پڑھ لیں۔

ابتداء دعوت سے ہے ﴿اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ﴾ سے ہے اختتام کس چیز پر ہے؟ تقویٰ اور محسنین کا ساتھ ہے، اللہ تعالیٰ اُن کے ساتھ ہے، تاکہ پتہ چلے کہ دعوت میں کامیاب وہ ہوتے ہیں جو صبر کرنے والے ہیں، جو تقویٰ کا راستہ اختیار کرنے والے ہیں، جو احسان کرنے والے ہیں۔

(اللہ تعالیٰ سے دعا ہے اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے اِن ہی میں شامل کر دے)۔

6- پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں چھٹی آیت اللہ تعالیٰ کی معیت کے ثبوت میں سورۃ الانفال آیت نمبر 46 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَاصْبِرُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ﴾ (اور صبر کرو بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے) (الانفال:46)۔

اور شیخ صاحب فرماتے ہیں: پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ صبر کا معنی ہے اپنے نفس کو روکے رکھنا اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں اور اللہ تعالیٰ کی معصیت سے، اور اللہ تعالیٰ کی جو تقدیر ہے جس میں کوئی تکلیف ہے اُس پر جو ہے اپنے نفس کو روکے رکھنا کہ کوئی تسخط نہ ہو کوئی اللہ تعالیٰ کی اس تقدیر میں جو تکلیف ہے اس میں بُرا بھلا نہ کہیں نہ زبان سے نہ دل سے اور نہ ہی اپنے جسم سے۔

توصبر کا جو سب سے بلند اور افضل قسم ہے وہ ہے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور طاعت پر صبر کرنا،اور اس کے بعد ہے اللہ تعالیٰ کی معصیت سے صبر کرنا (معصیت سے دوری اختیار کر کے صبر کرنا)، یعنی سب سے ترتیب اگر دیکھیں صبر کی تین قسمیں ہیں: (۱) سب سے بلند مرتبہ جو ہے افضل کون سا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور طاعت پر صبر کرنا۔ اس کے بعد والا ہے: (۲) اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے اجتناب کرنے پر صبر کرنا۔

وجہ کیا ہے؟ کیوں دونوں جو ہیں یہ بلند درجہ رکھتے ہیں اور افضل ہیں؟ کیونکہ اس میں انسان کا اختیار ہے، انسان چاہے تو صبر کرے چاہے تو نہ کرے۔

(۳) لیکن جب تکلیف ہے تکلیف پر مصیبتوں پر صبر کرنا تو انسان مجبور ہے اس میں تو صبر کرنے کے سوا کوئی راستہ نہیں ہے!

اب جو انسان اختیار میں کرتا ہے وہ اس سے بہتر ہے کہ نہیں جس پر وہ مجبور ہوتا ہے جو اس کے اختیار میں نہیں ہے؟ تو ظاہر ہے جو انسان کے اپنے اختیار میں ہے جو کرے نہ کرے وہ زیادہ بہتر ہے، اور جب انسان صبر کر لیتا ہے اور سب سے مشکل صبر ہے اللہ تعالیٰ فرمانبرداری، طاعت میں، پھر محرمات سے اجتناب پر صبر کرنا اُس سے تھوڑا سا کم درجہ ہے، اور سب سے آسان ہے مصیبتوں پر صبر کرنا۔

جبکہ دنیا میں ہم دیکھتے ہیں اہل ایمان کے لیے یہ ترتیب ہے، اور دنیاداروں کے لیے (اللہ تعالیٰ ہم سب پر رحم فرمائے) مصیبتیں جو ہیں وہ سب سے بڑی مشکل ہوتی ہے اور سب سے مشکل صبر ہوتا ہے مصیبتوں پر۔

اور جب یہ راستہ اختیار کیا جاتا ہے کہ فرمانبرداری پر صبر کرنا ثابت قدمی حاصل کرنا، پھر محرمات سے اجتناب کرنا بھی آسان ہو جاتا ہے، پھر تکلیفوں مصیبتوں پر صبر کرنا بھی آسان ہو جاتا ہے۔

لیکن جب ایمان کمزور ہو فرمانبرداری میں صبر نہ ہو، تارک الصلاۃ کو دیکھیں جو نماز نہیں پڑھتے تھوڑی سی تکلیف اُن کو ہلا کر رکھ دیتی ہے محرمات سے اجتناب مشکل ہو جاتا ہے کیونکہ اصل جو صبر نہیں کیا فرمانبرداری پر تو پھر جو باقی صبر ہیں وہ بعد کے ہیں۔ جب اصل آپ کی کمزور ہو تو اس پر آپ جو بلڈنگ قائم کریں گے وہ کیا ہو گی؟! ہوا کے جھونکے سے گر جائے گی۔

اگر آپ کی اصل بنیاد مضبوط ہے اور آپ کی فرمانبرداری میں صبر کرنا مضبوط ہے تو پھر محرمات سے اجتناب بھی آسان ہو جائے گا اور پھر مصیبتوں پر صبر کرنا بھی آسان ہو جائے گا۔

اور صبر کا درجہ بہت بلند ہے (شیخ صاحب فرماتے ہیں) اور صرف اس وقت حاصل کیا جاتا ہے جب انسان صبر کرتا ہے، اور اس کے لیے صبر ممکن نہیں جو چاہتا ہو کے اس کے لیے زمین پھولوں سے بچھادی جائے اور جو وہ چاہتا ہے لوگ اسے وہ دیکھتے ہیں، بلکہ صبر کے لیے تکلیف بھی ہوتی ہے، صبر کے لیے یعنی جسمانی اور بدنی اور جو نفسی تکلیف ہے اسے برداشت کرنا پڑتا ہے۔

اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام میں دونوں کو جمع کر دیا تھا، شکر اور صبر دونوں، یہاں تک کہ شکر کے تعلق سے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلاۃ الیل پڑھتے (تہجد کی نماز پڑھتے) یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاؤں مبارک جو ہیں وہ سوج جاتے، اور پھر فرماتے جب اُن سے پوچھا جاتا "أَفَلاَ أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا ؟" (کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں)، جیسے متفق علیہ حدیث میں آیا ہے۔

اور صبر میں یعنی سب سے زیادہ تکلیفیں جو ہیں یہودیوں کی طرف سے مشرکین کی طرف سے یا منافقین کی طرف سے وہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچی ہیں اور اس کے باوجود بھی یعنی سب سے بڑے صبر کرنے والے ثابت ہوئے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اور صحابہ کرام بھی جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔

7- ساتویں آیت صفۃ المعیۃ (اللہ تعالیٰ کے ساتھ) کے ثبوت میں سورۃ البقرۃ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ﴾(البقرۃ:249)۔اس آیت میں بھی صبر کرنے والوں کے اللہ تعالیٰ ساتھ ہے۔

﴿كَمْ﴾: خبریہ ہے یعنی کتنی مرتبہ، یعنی بہت زیادہ تعداد میں کئی مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ جو کم تعداد میں لوگ ہیں وہ زیادہ تعداد والے لوگوں پر غالب ہوئے، وہ اپنی طاقت سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی مدد اور اعانت سے۔

اور اس کی دو مثالیں دی ہیں شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے: (۱) کہ اصحاب طالوت جو ہیں وہ اُن سے زیادہ تعداد میں جالوت کی قوم پر غالب ہوئے۔ (۲) اور اسی طریقے سے جنگ بدر میں جو مومن تھے وہ تعداد کم تھی لیکن قریش پر غالب ہوئے ۔

اور جنگ بدر میں آپ جانتے ہیں کہ جو اہل ایمان تھے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جو صحابہ تھے وہ جنگ کے لیے تیار نہیں تھے، وہ جو قافلہ تھا ابو سفیان کا جس میں تجارت کا مال تھا اونٹوں پر تو وہ لینے کے لیے گئے، جب پتہ چلا ابو سفیان کو تو اس نے ایک منادی بھیجا اہل مکہ کی طرف اور یہ کہا کہ تمہارا جو قافلہ ہے وہ خطرے میں ہے آ کر بچالو۔ تو وہاں سے پھر قریش جو ہیں وہ تکبّر میں اور غیظ میں نکلے ایک ہزار کی تقریباً (نو سو سے ایک ہزار کے قریب) تعداد تھی اُن کی اور یہ انہوں نے قسم کھائی ابو جہل نے کہ ہم واپس نہیں آئیں گے مکہ کی طرف جب تک ہم بدر میں نہیں پڑاؤ ڈالیں گے اور کم سے کم وہاں پر تین دن رہیں گے اور وہاں پر ہم اونٹ بھی ذبح کریں گے اور شرابیں بھی پیئں گے، اور گانے والیاں بھی گانے گائیں گی ناچنے والیاں بھی ناچیں گی وہاں پر، اور عرب جو ہیں وہ ہمارا یہ پیغام سنیں گے اور دیکھیں گے جو ہم نے کیا ہے اور وہ ہمیشہ ہم سے ڈرتے رہیں گے۔

تو یہ طریقہ تھا اُن کا، اور یعنی تقریباً نو سو سے ایک ہزار کی تعداد تھی جنگ بدر میں مشرکین کی، اور پتہ ایسے چلا کیونکہ وہ روزانہ جو ہے نو یا دس اونٹ ذبح کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو ہیں اپنے صحابہ کے ساتھ تین سو چودہ (314) کی تعداد میں تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جو تھے ستّر اونٹ تھے اور دو گھوڑے تھے صرف جن میں وہ یعنی ایک کے بعد دوسرا جو ہے تعاقب کرتے تھے اور سواریاں کرتے تھے۔

اور اس کے باوجود بھی ان قریش کے سرداروں کو قتل کیا اور ان کو جو ہے یعنی جب اُن کے جسم جو ہیں مرنے کے بعد بدبودار ہوئے اور پھٹنے کو آئے تو ایک گڑھا کھود کر بدر کے ایک مقام میں اُس گڑھے میں اُن سب کو ڈال دیا اور دفن کر دیا۔

یعنی (سبحان اللہ) وہ کہتے تھے کہ ہم تین دن وہاں پر رہیں گے تاکہ لوگوں کو پتہ چلے کہ ہماری کتنی طاقت ہے، اور واقعی وہ تین دن میں گل سڑ گئے تھے اور اتنی بدبو تھی کہ اُن کو ایک گڑھے میں دفن کرنا پڑا (سبحان اللہ)!

یعنی اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: ﴿كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ﴾: کیونکہ جو تھوڑی تعداد میں گروہ تھا انہوں نے صبر کیا اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے، اور اس میں صبر دیکھیں تینوں قسم کے صبر موجود ہیں: اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری پر صبر کرنا، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے اجتناب کرنے پر صبر کرنا، اور جو بھی تکلیفیں پہنچی ہیں اس گروہ کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے کے تعلق سے، یہ تمام صبر کے معنی موجود ہیں اس کم گروہ میں، اس لیے اللہ تعالیٰ کا ساتھ بھی اس گروہ کے ساتھ ہے ﴿وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ﴾۔

اور یہ آیت جو ہے معیت کی یعنی یہ سات آیات جو ہیں جو دلائل شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے بیان کیے ہیں ان تمام کا بیان ہو چکا ہے اور آگے بھی ایک مکمل باب باندھا ہے یعنی اس پر مکمل بات کی ہے شیخ الاسلام نے آگے اس کا بیان ہوگا معیت کا، آگے بھی کچھ ذکر ہوگا ان شاءاللہ۔

عقیدے کے اعتبار سے ثمرات اس عقیدے کے تعلق سے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے جو ہمیں فائدہ ہوگا اُن میں سے پہلی بات ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ):

1- کہ اللہ تعالیٰ کے احاطے پر ایمان، یعنی معیت کا معنی احاطہ ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز کو محیط ہے، وہ بلندیوں پر بھی ہے لیکن اپنی مخلوق کے ساتھ بھی ہے اور کوئی چیز اللہ تعالیٰ سے غائب نہیں ہے اللہ تعالیٰ خوب باخبر ہے تمام مخلوق کے احوال سے، تو اس احاطے سے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو محیط ہے ہمیں یہ فائدہ ہوتا ہے۔

2- اور جب ہم یہ جان لیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ محیط ہے ہر چیز کو کوئی چیز اللہ تعالیٰ سے مخفی نہیں ہے اور اس پر ہم ایمان رکھتے ہیں تو ہمارے اوپر یہ واجب ہو جاتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں پیچھے نہ ہٹیں بلکہ مکمل طور پر فرمانبرداری کرنی چاہیے اطاعت کرنی چاہیے اور معصیت سے نافرمانی سے اجتناب کرنا چاہیے، یعنی اللہ تعالیٰ جہاں پر ہمیں دیکھنا چاہتا ہے ہمیں وہیں پر نظر آنا چاہیے، اور جہاں پر نہیں دیکھنا چاہتا جس سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں منع فرمایا ہے اُس سے دوری اختیار کرنی چاہیے، اور یہ بہت بڑا عظیم ثمرہ ہے جس نے اس معیت پر ایمان رکھا ہے۔ اور حقیقت ہے!

یعنی مجھے کیا فائدہ ملے گا میں یہ کہوں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کا معنی اللہ تعالیٰ کی نصرو تائید ہے؟ پھر آپ تقویٰ کا راستہ اختیار کریں گے کہ نہیں؟ احسان کا راستہ اختیار کریں گے نہیں؟ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے آپ صبر کرنے والوں میں شامل ہوں گے کہ نہیں؟ اب اللہ تعالیٰ کا ساتھ بہت بڑا انعام ہے!

اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے ہم جہاں پر بھی ہیں: ہم کو پتہ ہے کہ اللہ دیکھ رہا ہے، اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو میں کر رہا ہوں پھر نافرمانی کریں گے؟

تو اس معیت کا یہ ثمرہ ہے خصوصی طور پر اہل ایمان کے لیے جو صحیح عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ فرمانبرداری میں آگے بڑھتے ہیں اور مزید اُن کو تقویت حاصل ہوتی ہے، نافرمانی سے اور دوری اختیار کرتے ہیں، اور اُن کو یقین ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے جہاں دیکھنا چاہتا ہے میں وہیں پر کوشش کروں گا کہ وہیں پر نظر آؤں، اور جہان پر اللہ تعالیٰ مجھے نہیں دیکھنا چاہتا جس سے اللہ تعالیٰ نے مجھے منع کیا ہے اُس چیز سے مزید اجتناب کرتا رہوں۔

یہ ہوتی ہے اہل ایمان کی زندگی اور ایمان میں تقویت بھی ہوتی ہے، جب ایمان مضبوط ہوتا ہے تقویٰ مضبوط ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی مدد بھی اُتنی مضبوط ہوتی ہے، اور یہ اہل ایمان کے لیے ہے صرف اور ایمان صرف دعویٰ نہیں ہے، ایمان عمل ہے اور جب تک آپ عمل سے اس کو ثابت نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ کی مدد اور معیت جو ہے ممکن نہیں ہے۔

اگلے درس میں اللہ تعالیٰ کی صفت کلام پر بات کریں گے ان شاءاللہ۔ ((واللہ أعلم))۔

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

یہ رسالہ ڈاکٹر مرتضیٰ بن بخش (حفظہ اللہ) کے آڈیو درس (55.العقیدۃ الواسطیۃ) سے لیا گیا ہے۔ سبق لسانی اور تعبیر کی غلطی کو درست کر دیا گیا ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کوئی اور غلطی نظر آئے تو ضرور آگاہ کریں اور اس خیر کے کام میں شامل ہو جائیں۔

mp3 Audio